بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف ضاد کا صحیح تلفظ اور مخرج کیا ہے؟۔

سوال:

محترمی و مکرمی متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد از ادب حرفِ ضاد سے متعلق چند باتوں کی وضاحت درکار ہے:

(1) حرف "ضاد" کا اپنا الگ مخرج ہے یا نہیں؟۔ اگر ہے تو وہ مخرج کون سا ہے؟۔

(2) حرف ضاد کی آواز ظاء کے مشابہ ہے یا "دال" کے؟۔ کیوں کہ بعض علماء کے نزدیک حرف "ضاد" ظاء کے مشابہ نہیں بلکہ "دال" سے مشابہت رکھتا ہے، اس لیے وہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم کی تلاوت کے دوران حرف "ضاد" جہاں بھی آئے وہاں "دال" کی آواز نکال کر "دُواد" پڑھنا ضروری ہے۔

(3) اگر کسی شخص کو حرف ضاد کے درست مخرج پر قدرت حاصل نہ ہو، اور وہ حرف ضاد کو حرف ظاء کے مشابہ یا حرف ظاء سے بدل کر تلاوت کرلے تو اس کی نماز ادا ہو جائے گی یا نہیں؟۔

اس بارے میں کافی خلجان پایا جاتا ہے، از راہِ کرم اس کی وضاحت تفصیلاً بیان فرما کر خلجان کو رفع کریں اور ممنون و مشکور فرمائیں۔

سائل: محمد علی منیار۔ مدینہ منورہ

جواب:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

قرآنِ کریم؛ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی آسمانی کتابوں میں سے آخری کتاب بھی ہے اور یہی کتابِ مبین تا قیامت نسلِ انسانی کی ہدایت و نجات کا ذریعہ ہے۔ قرآن مجید کو پڑھنا، پڑھانا، سننا، سنانا، سمجھنا، سمجھانا اور سب سے بڑھ کر قرآن کریم پر عمل پیرا ہونا رضائے الٰہی کا باعث ہے۔

قرآن کریم کے حروف کے صحیح تلفظ اور ادائیگی میں بالکل سستی نہیں برتنی چاہیے۔ بہت سے لوگ اسے معمولی غلطی تصور کرتے ہیں، جب کہ حقیقت میں یہ ایک سنگین نوعیت کی غلطی ہے، کیوں کہ لفظ کی غلط ادائیگی کی صورت میں ایک حرف دوسرے حرف سے تبدیل ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے لفظ کا معنی یکسر بدل جاتا ہے، اور فسادِ معنی کی وجہ سے بسا اوقات انسان نہ صرف گناہ گار ٹھہرتا ہے بلکہ کئی دفعہ نماز جیسی اہم ترین عبادت بھی فاسد ہو جاتی ہے۔

حرف ضاد کے حوالے سے سوالات کے جوابات بالترتیب ملاحظہ کیجیے:

(1) صحیح بات یہ ہے کہ حرف "ضاد" کا مستقل طور پر اپنا الگ مخرج موجود ہے۔ اس کے بارے میں یہ کہنا کہ اس کا کوئی مخرج نہیں ہے، اس لیے یہ دوسرے کسی حرف سے تبدیل کر کے پڑھا جاتا ہے، یہ بات سراسر غلط اور بے وزن ہے۔

مفتی بغداد علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی رحمہ اللہ (ت:1270ھ) لکھتے ہیں۔

والفرق بين الضاد والظاء مخرجا أن الضاد مخرجها من أصل حافة اللسان وما يليها من الأضراس من يمين اللسان أويساره ومنهم من يتمكن من إخراجها منهما، والظاء مخرجها من طرف اللسان وأصول الثنايا العليا۔

روح المعانی: تحت سورۃ التکویر ج15 ص107

ترجمہ: اور "ضاد" اور "ظاء" کے مخرج میں فرق ہے، زبان کی دائیں یا بائیں طرف اوپر والی داڑھ کی جڑ سے زبان کی کروٹ کا لگانا "ضاد" کا مخرج ہے۔ اور بعض قاری دائیں اور بائیں دونوں طرف سے "ضاد" کو ادا کرنے پر قدرت رکھتے ہیں، اور "ظاء" کا مخرج زبان کی نوک اور ثنایا علیا (اوپر والے دانتوں) کا ابتدائی کنارہ (سرا) ہے۔

شیخ القراء شیخ مکی نصر الجریسی رحمہ اللہ (ت1316ھ) تحریر فرماتے ہیں:

(وَالضَّادُ وَالظَّاءُ الْمُعْجَمَتَانِ) اِشْتَرَكَتَا جَهْراً وَ رِخَاوَةً وَاِسْتِعْلَاءً وَاِطْبَاقاً وَ افْتَرَقَتَا مَخْرَجاً وَانْفَرَدَتِ الضَّادُ بِالْاِسْتِطَالَةِ۔

وَ فِي الْمَرْعَشِيِّ نَقْلاً عَنِ الرِّعَايَةِ مَا مُخْتَصَرُهٗ: اِنَّ هٰذَيْنِ الْحَرْفَيْنِ اَعْنِي الضَّادَ وَ الظَّاءَ مُتَشَابِهَانِ فِي السَّمْعِ وَلَا تَفْتَرِقُ الضَّادُ عَنِ الظَّاءِ اِلَّا بِاخْتِلَافِ الْمَخْرَجِ وَالْاِسْتِطَالَةِ فِي الضَّادِ، وَلَوْلَا هُمَا لَكَانَتْ اِحْدَاهُمَا عَيْنَ الْاُخْرٰى، فَالضَّادُ اَعْظَمُ كُلْفَةً وَ اَشَقُّ عَلَى الْقَارِي مِنَ الظَّاءِ، وَ مَتٰى قَصَرَ الْقَارِي فِي تَجْوِيْدِ الظَّاءِ جَعَلَهَا ضَاداً لِاَنَّهَا تَقْرُبُ مِنَ الظَّاءِ۔

وَ قَالَ فِيْهَا اَيْضًا: وَلَا بُدَّ لِلْقَارِي مِنَ التَّحَفُّظِ بِلَفْظِ الضَّادِ حَيْثُ وَقَعَتْ فَهُوَ اَمْرٌ يَقْصُرُ فِيْهِ اَكْثَرُ مَنْ رَأَيْتُ مِنَ الْقُرَّاءِ وَالْاَئِمَّةِ لِصَعُوْبَتِهٖ عَلٰى مَنْ لَّمْ يَدْرَبْ بِهٖ۔

فَلَا بُدَّ لِلْقَارِي الْمُجَوِّدِ اَنْ يَّلْفِظَ بِالضَّادِ مُفَخَّمَةً مُسْتَعْلِيَةً مُطْبِقَةً مُسْتَطِيْلَةً فَيَظْهَرُ صَوْتُ خُرُوْجِ الرِّيْحِ عِنْدَ ضَغْطِ حَافَةِ اللِّسَانِ لِمَا يَلِيْهِ مِنَ الْاَضْرَاسِ عِنْدَ اللَّفْظِ بِهَا، وَ مَتٰى فَرَطَ فِيْ ذَالِكَ اَتٰى بِلَفْظِ الظَّاءِ الْمُعْجَمَةِ؛ فَالضَّادُ اَصْعَبُ الْحُرُوْفِ تَكَلُّفًا فِي الْمَخْرَجِ اَشَدُّهَا صَعُوْبَةً عَلَى اللَّافِظِ:

نہایۃ القول المفید فی علم التجوید ص88

ترجمہ: بلاشبہ ضاد معجمہ اور ظاء معجمہ (یعنی نقطوں والے) صفات جہر، رخوت، استعلاء، اور اطباق

میں دونوں شریک ہیں اور مخرج کے اعتبار سے دونوں جدا جدا ہیں اور صفت استطالت میں ضاد منفرد اور ممتاز ہے، (ظاء میں یہ صفت نہیں)۔

اور مرعشی (کتاب کا نام) میں رعایۃ کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: دونوں حرف یعنی ضاد اور ظاء سننے میں ایک دوسرے کے مشابہ ہیں اور ان دونوں میں سوائے اس کے اور کوئی فرق نہیں کہ ان کا مخرج جدا جدا ہے اور ضاد میں صفت استطالت ہے، (جب کہ ظاء میں یہ صفت نہیں)۔ اگر یہ دونوں چیزیں (مخرج کا جدا ہونا اور ضاد میں صفت استطالت کا پایا جانا) نہ ہوتیں تو دونوں حرف یکساں ہو جاتے، (یعنی تلفظ اور ادائیگی میں برابر ہو جاتے اور ان میں کوئی فرق نہ رہتا)۔ پس ضاد کا تلفّظ قاری پر بہ نسبت ظاء کے زیادہ دشوار اور شاق ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جب قاری حرف ظاء کی تجوید میں ذرا سی کوتاہی کرے تو وہ ضاد بن جاتا ہے، کیوں کہ اس کا مخرج ظاء کے قریب قریب ہے۔

اور مرعشی (کتاب کا نام) میں مصنف رحمہ اللہ نے یہ بھی کہا ہے کہ: ایک قاری کے لیے ضروری ہے کہ حرف "ضاد" کی ادائیگی کا جب بھی موقع آئے تو وہ صحیح تلفظ کے ساتھ اس کی ادائیگی کو یقینی بنائے، کیوں کہ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس میں؛ میں نے اکثر قرّاء اور ائمہ کو غفلت کرتے ہوئے دیکھا ہے بالخصوص وہ جو اس حرف (ضاد) کی ادائیگی کے دشوار ہونے کی وجہ سے صحیح مخرج کے تلفظ پر مہارت نہیں رکھتے۔

اور ایک مجوّد قاری کے لیے حرفِ ضاد کی ادائیگی کے وقت صفتِ تفخیم، صفتِ استعلاء، صفتِ اطباق اور صفتِ استطالت کو ملحوظ رکھنا بہت ضروری ہے، پس اس طریقے سے حرفِ ضاد کی ادائیگی کے وقت ڈاڑھوں کے ساتھ زبان کی کروٹ کا دباؤ پڑنے کی وجہ سے ہوا کے نکلنے کی آواز ظاہر ہو گی۔ اور جب کبھی قاری نے حرف ضاد (کی ادائیگی) کے معاملہ میں (ذرا سی) عجلت کا مظاہرہ کیا (یعنی درج بالا مخصوص طریقہ کے مطابق ادا نہ کیا) تو وہ (ضاد کے بجائے) حرف ظاء (نقطوں والا) ادا کر بیٹھے گا۔ پس باقی حروف کے مقابلے میں حرفِ ضاد کا مخرج انتہائی دشوار ہے اور پڑھنے والے پر اس کا معاملہ بہت پیچیدہ ہے۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ (ت 1362ھ) تحریر فرماتے ہیں:

مخرج نمبر 8 "ض" کا ہے، اور وہ حافۂ لسان یعنی زبان کی کروٹ، داہنی یا بائیں سے نکلتا ہے، جب کہ اضراس علیا یعنی اوپر کی ڈاڑھ کی جڑ سے لگا دیں، اور بائیں طرف سے آسان ہے اور دونوں طرف سے ایک دفعہ میں نکالنا بھی صحیح ہے، مگر بہت مشکل ہے۔ اس حرف کو "حافیہ" کہتے ہیں۔ اس حرف میں اکثر لوگ بہت غلطی کرتے ہیں، اس لیے کسی مشّاق قاری سے اس کی مشق کرنا ضروری ہے۔ اس حرف کو "د" پُر یا باریک یا "د" کے مشابہ جیسا کہ آج کل اکثر لوگوں کے

پڑھنے کی عادت ہے، ایسا ہرگز نہیں پڑھنا چاہیے، یہ بالکل غلط ہے۔

اسی طرح خالی "ظ" پڑھنا بھی غلط ہے۔ البتہ اگر "ض" کو اُس کے صحیح مخرج سے صحیح طور پر نرمی کے ساتھ آواز کو جاری رکھ کر اور تمام صفات کا لحاظ کر کے ادا کیا جائے تو اس کی آواز سننے میں "ظ" کی آواز کے ساتھ بہت زیادہ مشابہ ہوتی ہے، "د" کے مشابہ بالکل نہیں ہوتی، علم تجوید و قرأت کی کتابوں میں اسی طرح لکھا ہے۔

جمال القرآن: بحث مخارج حروف ص 12

(2) حرفِ ضاد کی آواز ادائیگی میں ظاء کے مشابہہ ہے "دال" کے مشابہہ بالکل نہیں ہے۔ اسے "دال" کے مشابہ قرار دے کر "دُواد" پڑھنا درست نہیں۔ فنِ تجوید کی رُو سے حرف ضاد اور حرف دال کے درمیان حسبِ ذیل صفات میں فرق موجود ہے۔

حرف ضاد اور دال میں فرق:

حرف ضاد اور دال کے درمیان درج ذیل سات صفات میں فرق ہے۔

1: "ضاد" رِخْوَہ اور "دال" شَدِیْدَہ

2: "ضاد" مُسْتَعْلِیَہ اور "دال" مُسْتَفِلَہ

3: "ضاد" مُطْبِقَہ اور "دال" مُنْفَتِحَہ

4: "ضاد" مُفَخَّمَہ اور "دال" مُرَقَّقَہ

5: "ضاد" مُسْتَطِیْلَہ اور "دال" قَصِیْرَہ

6: "ضاد" مَنْفُوْخَہ "دال" غَیْر مَنْفُوْخَہ

7: "ضاد" سَاکِنَہ اور "دال" قَلْقَلَہ

(3) حرفِ ضاد کو اپنے مخرج سے ادا کرنے پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں اگر اسے حرف ظاء کے مشابہ یا حرف ظاء سے بدل کر پڑھ لیا تو نماز ہو جائے گی۔

امام فخر الدین حسن بن منصور اوزجندی الحنفی رحمہ اللہ (ت 592ھ) تحریر فرماتے ہیں:

وان ذکر حرفاً مکانَ حرفٍ وغیّر المعنیٰ، فِاِنْ اَمْکَنَ الفَصلُ بَیْنَ الحَرْفَیْنِ مِنْ غَیْرِ مَشَقَّۃٍ کَالطَّاءِ مع الصَّادِ فَقَرَأَ الطَّالِحَات مکانَ الصَّالِحَات تَفْسُدُ صَلَاتُہ عِنْدَ الْکُلِّ۔ وَاِنْ کَانَ لَا یُمْکِنُ الفَصْلُ بَیْنَ الحرفینِ اِلَّا بِمَشَقَّۃٍ کَالظَّاءِ مع الضَّادِ والصَّادِ مع السِّیْنِ والطَّاءِ مع التَّاءِ اختلفَ المَشَائِخُ فیہ، قالَ اکثرُھُمْ لَا تَفْسُدُ صَلَاتُہ۔

وقال الاوزجندی رحمہ اللہ بعد سطور:

وَلو قرأَ الظَّالین بالظَّاءِ أَو بِالذَّال لَا تَفْسُدُ صَلَاتُہ وَلو قرأَ الدَّالین بِالدَّالِ

تَفْسُدُ صَلَاتُه‘ ۔

فتاوی قاضی خان: ج1 ص69،70 مکتبہ حقانیہ

ترجمہ: اگر کسی نے (نماز میں) ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھ لیا اور اس سے معنی تبدیل ہو گیا، پس اگر وہ دونوں حروف ایسے ہوں کہ ان کے درمیان بغیر مشقت کے فرق کرنا؛ ممکن ہو، جیسے صاد اور طاء، لہٰذا اگر اس نے الصالحات کے بجائے الطالحات پڑھ لیا تو (اس صورت میں) تمام فقہاء کرام کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی۔

اور اگر وہ دونوں حروف ایسے ہوں کہ ان کے درمیان فرق کرنے میں مشقت پیش آتی ہو، (یعنی بغیر مشقت کے فرق کرنا؛ ممکن نہ ہو) جیسے ظاء اور ضاد، صاد اور سین، طاء اور تاء، اس صورت میں مشائخ کرام کا اختلاف ہے، البتہ اکثر مشائخ کا فتویٰ یہ ہے کہ اس صورت میں نماز فاسد نہ ہو گی۔

چند سطور کے بعد امام اوزجندی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اگر کسی نمازی نے الظالین (ظاء کے ساتھ) یا ذال کے ساتھ (الذالین) پڑھ لیا تو اس کی نماز فاسد نہ ہو گی۔ اور اگر کسی نے الدالین (دال کے ساتھ) پڑھ لیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

امام محمد بن محمد بن شہاب بن یوسف الکردی الحنفی الشہیر بالبزازی رحمہ اللہ (ت827ھ) تحریر فرماتے ہیں:

وَالْاَصلُ أَنَّه‘ اِنْ اَمْكَنَ الفَصلُ بَيْنَ الحَرْفَيْنِ بِلَا كُلْفَةٍ كَالصَّادِ مع الطَّاءِ بِأَنْ قَرَأَ الطَّالِحَات مكانَ الصَّالِحَات فَسَدَ عِندَ الْكُلِّ. وإِنْ لَّمْ يُمْكِنْ اِلَّا بِمَشَقَّةٍ كَالظَّاءِ مع الضَّادِ والصَّادِ مع السِّينِ والطَّاءِ مع التَّاءِ اختلفُوْا، فَالا كثَرُ عَلى انَّه‘ لَا يَفْسُدُ لِعُمُوْمِ البَلْوٰى۔

الفتاوی البزازیہ: الفصل الثانی عشر فی زلۃ القاری ج1 ص40

ترجمہ: ضابطہ یہ ہے کہ دو حرفوں کے درمیان اگر تکلف اور مشقت کے بغیر فرق کرنا ممکن ہو جیسے صاد اور طاء میں، پس اگر کسی نے الصالحات کی جگہ الطالحات پڑھ دیا تو تمام فقہاء کرام کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر ان کے دو حرفوں کے درمیان فرق کرنے میں مشقت پیش آتی ہو، (یعنی بغیر مشقت کے فرق کرنا؛ ممکن نہ ہو) جیسے ظاء اور ضاد، صاد اور سین، طاء اور تاء، تو اس صورت میں نماز کے فاسد ہونے نہ ہونے میں فقہاء کا اختلاف ہے، تاہم اکثر فقہاء کرام کا موقف یہ ہے کہ اس صورت میں نماز فاسد نہ ہو گی کیوں کہ اس میں عموم بلویٰ ہے۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ (ت1239ھ) لکھتے ہیں:

اور فرق مخرج میں ضاد اور ظاء کے بہت مشکل ہے، اکثر اس ملک کے پڑھنے والے

دونوں کو یکساں نکالتے ہیں، نہ مقام پر ضاد کے ضاد ہوتا ہے اور نہ مقام پر ظاء کے ظاء۔ ان دونوں کا مخرج پہچاننا قرآن پڑھنے والے کو بہت ضرور ہے۔

تفسیر عزیزی پارہ عمّ تحت آیت وماھو علی الغیب بضنین، ص 114

علامہ محمد امین بن عمر ابن عابدین الشامی رحمہ اللہ (ت: 1252ھ) لکھتے ہیں:

وفيها: إذا لم يكن بين الحرفين اتحاد المخرج ولا قربه إلا أن فيه بلوى العامة كالذال مكان الصاد أو الزاى المحض مكان الذال والظاء مكان الضاد لا تفسد عند بعض المشايخ اه

قلت: فينبغي على هذا عدم الفساد في إبدال الثاء سينا والقاف همزة كما هو لغة عوام زماننا فإنهم لا يميزون بنيهما ويصعب عليهم جدا كالذال مع الزاى ولا سيما على قول القاضي أبي عاصم وقول الصفار وهذا كله قول المتأخرين وقد علمت أنه أوسع وأن قول المتقدمين أحوط۔

حاشیہ ابن عابدین: مطلب، اذا قرأ قوله تعالىٰ جدّك، بدون الف لا تفسد ج 2 ص 477

ترجمہ: اور فتاویٰ التاتار خانیہ میں ہے: جب دو حرفوں میں نہ تو اتحاد مخرج ہو اور نہ قرب مخرج ہو؛ مگر اس میں عموم بلویٰ ہو (یعنی عام لوگ مبتلا ہوں) جیسے "صاد" کی جگہ "ذال" پڑھنا، یا "ذال" کی جگہ "زاء" پڑھنا یا "ضاد" کے بجائے "ظاء" پڑھ دینا، تو (ایسی صورتوں میں) بعض مشائخ کے نزدیک نماز فاسد نہ ہو گی۔

میں (علامہ شامی رحمہ اللہ) کہتا ہوں کہ اس اصول کی روشنی میں مناسب یہ ہے کہ "ثاء" کو "سین" سے اور "قاف" کو "همزہ" سے تبدیل کرنے کی صورت میں بھی نماز کے عدمِ فساد کا حکم ہونا چاہیے، جیسا کہ ہمارے زمانہ میں عام لوگوں کی لغت اسی طرح ہے۔ کیوں کہ عام لوگ ان حروف (ثاء اور سین، قاف اور همزہ) کے درمیان فرق نہیں کر سکتے، اور یہ فرق کرنا ان پر انتہائی دشوار ہوتا ہے، جیسا کہ "ذال" اور "زاء" کے مابین فرق کرنا (انتہائی مشکل ہے)۔ اور خصوصاً قاضی ابو عاصم رحمہ اللہ اور امام الصفار رحمہ اللہ کے قول کے مطابق نماز فاسد نہیں ہونی چاہیے۔ یہ تمام تفصیل متأخرین فقہاء کرام کے نزدیک ہے، اور میں یقینی طور پر جان چکا ہوں کہ متأخرین فقہاء کرام کے مذہب میں وسعت زیادہ ہے جب کہ متقدمین فقہاء کرام کے مذہب میں احتیاط زیادہ ہے۔

مفتی بغداد علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی رحمہ اللہ (ت: 1270ھ) لکھتے ہیں۔

واختلفوا في إبدال أحدهما بالأخرى هل يمتنع وتفسد به الصلاة أم لا؟ فقيل: تفسد قياساً ونقله في المحيط البرهاني عن عامة المشايخ، ونقله في الخلاصة

عن أبي حنيفة، ومحمد، وقيل: لا استحسانا، ونقله فيها عن عامة المشايخ كأبي مطيع البلخي ومحمد بن سلمة۔

وقال جمع: إنه إذا أمكن الفرق بينهما فتعمد ذلك وكان مما لم يقرأ به، كما هنا وغيّر المعنى فسدت صلاته. وإلا فلا لعسر التمييز بينهما خصوصاً على العجم۔ وقد أسلم كثير منهم في الصدر الأول ولم ينقل حثهم على الفرق وتعليمه من الصحابة، ولو كان لازماً لفعلوه ونقل، وهذا هو الذي ينبغي أن يعول عليه ويفتى به"۔

روح المعانی: تحت سورۃ التکویر ج15 ص107

ترجمہ:

"ضاد" اور "ظاء" میں سے ایک حرف کو دوسرے سے بدل دینے میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے، کیا ایسا کرنے سے منع کیا جائے گا اور اس سے نماز فاسد ہو جائے گی یا نہیں؟ کہا گیا ہے کہ قیاس (قیاس جلی) کی رُو سے نماز فاسد ہو جائے گی، اور المحیط البرھانی میں (مصنف نے) عام مشائخ کا یہی قول نقل کیا ہے، اور یہی قول خلاصۃ الفتاویٰ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ سے منقول ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ استحسان (قیاس خفی) کی رُو سے نماز فاسد نہ ہو گی، اور یہی قول عام مشائخ کرام جیسے امام ابو مطیع البلخی رحمہ اللہ اور امام محمد بن سلمہ رحمہ اللہ سے منقول ہے۔

فقہاء کرام کی ایک جماعت نے یہ فرمایا ہے کہ جب ان دو حرفوں کے مابین فرق کرنا ممکن ہو، پھر کوئی جان بوجھ کر ایسا کرے (یعنی ایک حرف کو دوسرے سے تبدیل کر دے) اور وہ وہ (تبدیل شدہ) حرف ایسے حروف میں سے ہو کہ اسے (اس مقام پہ) نہ پڑھا جاتا ہو، جیسا کہ وہاں (بِضَنِیْنٍ میں) ہے، اور پھر اس تبدیلیٔ حرف سے اگر معنی متغیر ہو جائے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر معنی متغیر نہ ہو تو نماز فاسد نہ ہو گی، دونوں حروف کے مابین فرق کے دشوار ہونے کی وجہ سے، خصوصاً اہلِ عجم کے حق میں، کیوں کہ وہ لوگ (اسلام کے) دورِ اوّل میں خاصی تعداد میں مسلمان ہوئے لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ان لوگوں کا علم حاصل کرنا اور خصوصاً ان کی طرف سے انتہائی لگاؤ، لگن اور دلچسپی سے "ضاد" اور "ظاء" کے درمیان فرق معلوم کرنا منقول نہیں ہے۔ اگر یہ چیز انتہائی لازمی ہوتی تو وہ لوگ ضرور اسے سیکھتے اور یہ بات (کتابوں میں) نقل بھی کی جاتی۔ اور یہ ایسا قول ہے (تغیرِ معنی سے فسادِ صلوٰۃ کا حکم) مناسب ہے کہ اس پر اعتماد کیا جائے اور اسی پر فتویٰ دیا جائے۔

فقیہ الملت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ (ت 1417ھ) ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

"ضاد" مستقل حرف ہے، اس کو کسی دوسرے حرف کے مشابہ قصداً نہیں پڑھنا چاہیے۔ ظاء کے ساتھ صفات میں زیادہ اشتراک ہے، نماز کی صحت اور فساد معنیٰ کی صحت اور فساد اور قدرتِ ادا پر موقوف ہے۔

دوسرے سوال کے جواب میں مرقوم ہے:

جو شخص "ضاد" کو صحیح طور پر ادا کرنے پر قادر ہو کر اس جگہ "دال" پڑھے گا اس کی نماز نہیں ہو گی۔

فتاویٰ محمودیہ ج7ص129، مکتبہ دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی

فقیہ العصر مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ () ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

"ضاد" کو "ڈال" پڑھنے سے نماز نہ ہو گی، کیونکہ "ڈال" عربی زبان کا حرف نہیں، "ضاد" کی مشابہت دال یاڈال سے بالکل نہیں، کیونکہ "ضاد" حروف رخوہ میں سے ہے جن میں جریان صوت لازم ہے اور "دال" حروف شدیدہ سے ہے، جن میں جریانِ صوت ممکن ہی نہیں۔ دنیا بھر میں کوئی شخص بھی ضاد کو دال سے مشابہت دے کر اس میں جریان صوت نہیں کر سکتا۔ علمِ تجوید کے اصول کے مطابق یہی ایک دلیل کافی ہے، جس کا جواب قیامِ قیامت تک ممکن نہیں۔ اس اصولی دلیل کے بعد دوسری کسی دلیل کی ضرورت نہیں، کسی میں طاقت ہے تو دال میں جریانِ صوت کر کے دکھلائے۔

احسن الفتاویٰ: ج3ص90 مکتبہ ایچ ایم سعید کمپنی

فائدہ1: درج بالا تمام حوالہ جات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حرف "ضاد" اور "ظاء" کے مخرج جدا ہونے کے باوجود "ضاد" سننے میں "ظاء" کے مشابہ ہے نہ کہ دال کے، اور مزید یہ کہ ان دونوں میں فرق کرنا خاصا مشکل ہے، نیز حضرت شاہ عبد العزیز محدّث دہلوی رحمہ اللہ کے حوالہ سے یہ بات بھی واضح ہو گئی ہے کہ ان کے زمانہ میں لوگ "ضاد" کو "ظاء" کے مشابہ پڑھتے تھے "دال" کے مشابہ نہیں پڑھا کرتے تھے۔

فائدہ2: ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدلنے یا ضاد کو ظاء سے بدل کر پڑھنے میں متقدمین اور متأخرین فقہاء کرام کے درمیان فقہی اختلاف موجود ہے، لیکن اس چیز میں عموم بلویٰ (عوام کا اس میں کثرت سے مبتلا ہونا) پایا جاتا ہے، اس بناء پر متأخرین فقہاء کرام کے نزدیک اس خطا سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ کیوں کہ ظاء اور ضاد میں فرق کرنا بہت مشکل ہے اور ان کی ادائیگی میں خاصی مشقت ہوتی ہے، عام لوگوں کا بہت بڑا طبقہ اس میں مبتلا ہے جو کہ بغیر مشقت کے حروف کو درست مخرج سے ادا کرنے پر قدرت نہیں رکھتے۔

اس لیے تبدیلیٔ حرف سے جب تک معنی متغیر نہ ہو تو نماز فاسد نہ ہو گی۔ باقی ہر عاقل بالغ مسلمان مرد و زن کی بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ ہر حرف کو اس کے مخرج اور صفات کا لحاظ رکھ کر ادا کرنے کی حتّی الوسع کوشش کرے۔

واللہ اعلم بالصواب

16-جمادی الاول1444ھ

11-دسمبر 2022ء